International Journal of Islamic Studies & Culture *ISSN-2709-3905*
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/199 *PISSN2709-3891*
(Volume.4, Issue.3 (2024)
(July-September)

Critical Analysis of Muslim Feminist Amina Wadud's Objections Regarding the Issues of Inheritance and Testimony.

مسئلہ میراث اور مسئلہ شہادت سے متعلقہ مسلم فیمنسٹ آمنہ ودود کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

Dr. Maryam Noreen
Lecturer Islamic Studies, Government Girls Degree College Nowshera at-
maryamnoreenedu@gmail.com
Dr. Mufti Muhammad Iltimas Khan
Lecturer Department of Islamiyat University of Peshawar
Dr. Mufti Kifayat Ullah
Assistant Professor, Islamic Studies, Sarhad University (SUIT)Peshawar at-
kifayat.edu@suit.edu.pk

Abstract:
The Holy Quran, the universal word of Allah, exemplifies unparalleled justice and equality. Our beliefs are grounded in the Quran and Hadith, making it crucial to evaluate all thoughts and actions according to these sources. Despite the Quran's and Hadith's superiority over human concepts, Western attempts have aimed to erode Muslim trust in these texts. Muslim women today are increasingly drawn to Western feminism, often disregarding their own perspectives. This shift is driven by the West's rejection of traditional interpretations and the push for feminist re-interpretations of the Quran. This has led to ideological conflicts in Muslim societies, benefiting non-Muslims. Modern Muslim women linked to feminism challenge existing religious concepts, seeking social change and contemporary validation within Islamic teachings. Muslim feminist Amna Wadud advocates for feminist perspectives through the Quran, and this discussion critically evaluates her views on inheritance and testimony in the Islamic context.
Keywords: Quran, Western Feminism, Ideological Conflict, Amna Wadud, Inheritance, Testimony

تعارف:

دورِ جدید میں حقوقِ نسواں سے متعلقہ تحریک مساواتِ مردوزن کے بعض مسلم حامیین مروجہ تفاسیر پر مردانہ تناظر کا قدغن لگاتے ہوئے نسوانی تناظر میں قرآن کی تعبیرِ نو کی ہے، اس تعبیرِ نو کا مقصد یہ ہے کہ یہ خواتین مروجہ مذہبی تصورات سے متفق نہیں اور معاشرتی تبدیلی کے تحت، اکیسویں صدی کے دورِ جدید میں من چاہی زندگی کا ثبوت اسلامی تعلیمات میں ڈھونڈ کر جینا چاہتی ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی افریقی نژاد امریکن فیمنسٹ ڈاکٹر آمنہ ودود کی تصنیف "Quran & Woman(Rereading the sacred from a woman's perspective" (شائع کردہ 1993ء) ہے۔ جس میں عورتوں سے متعلقہ قرآنی آیات کی نسوانی تناظر میں تعبیرِ نو کی گئی ہے۔ تاہم مبحث مذکورہ میں مسئلہ وراثت (نسواں) اور مسئلہ شہادت سے متعلقہ آمنہ ودود کے اشکالات کا جائزہ لیا گیا ہے کیونکہ دونوں مسائل میں مردوں کے مقابلے تنصیف کا شرعی قانون نافذ ہے۔

مسئلہ وراثت:

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کیلئے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی بعثت فرمائی۔ دینِ اسلام کی حقانیت و صداقت کے ثبوت کیلئے آپ ﷺ کو معجزات عطا فرمائے۔ انہی معجزات میں سے قرآن پاک ایک عظیم معجزہ ہے، جس میں اَن گنت داخلی و خارجی معجزات ہیں، قرآن کا جوامع الکلم ہونا بھی معجزہ ہے کہ میراث اور شہادت کے دقیق احکامات کے اصول و فروع کا بیان صرف سورۃ النساء اور سورہ بقرہ، سورہ نساء سورہ نور اور سورہ مجادلہ وغیرہ میں بیان فرمائے۔

علم المیراث:

علم المیراث کو علم الفرائض بھی کہا جاتا ہے، بظاہر یہ دو مختلف نام ہیں لیکن یہ الفاظِ مترادفہ ہیں۔ لفظ میراث وَرِثَ، یَرِثُ کا مصدر ہے۔ جسکا لغوی معنٰی "انتقال شيئ من شخص إلى شخص أخر" ہے یعنی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف کسی چیز کا منتقل ہونا۔

میراث کا اصطلاحی معنٰی:

"هي علم بأصول من فقه وحساب تعرف حق كل من التركة "[1]

"علم میراث ایسے قواعد کے جاننے کا نام ہے جس کے ذریعے میت کی جائیداد کے ورثاء اور انکے حصوں کو جاننا مقصود ہوتا ہے۔"

قبل از اسلام (زمانۂ جاہلیت) میں عورت کے حقِ وارثت کا تصور:

عرب چونکہ خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے جس کی وجہ سے اقتصادی، معاشی اور اجتماعی نظام زندگی مربوط نہ تھا۔ ان کے ہاں وراثت طاقت اور رجولیت پر مبنی تھا۔[2] زمانۂ جاہلیت میں وراثت کی بنیاد نسب اور سبب[3] پر تھی۔

1. **نسب:** "زمانۂ جاہلیت (عرب) میں صرف مرد وارث بنتے تھے۔ عورتیں اور چھوٹے لڑکے وارث نہیں بنتے تھے۔ چونکہ عورتیں اور بچے جنگ و جدل میں حصہ نہیں لیتے تھے اسلئے وہ محروم رہتے تھے، اور تقسیمِ وراثت میں مردوں کو ترجیح دی جاتی تھی۔"[4]
2. **سبب:**[5] اس کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) حلف، معاہدہ (ب) متبنّٰی

(الف) حلف، معاہدہ: زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ لوگ آپس میں عہد و پیمان کے ذریعے وارث بنتے تھے۔

" دمي دمك و هدمي هدمك ترثني و أرثك تطلب بي و اطلب بك"[6]

ترجمہ: "میرا خون تمہارا خون ہے، میری عزت تمہاری عزت ہے، تم مجھے وارث بناؤ گے میں تمہیں وارث بناؤں گا، تم مجھ سے مطالبہ (مال) کر سکتے ہو میں تم سے مطالبہ کرونگا۔"

ایسے معاملے میں ایک کے انتقال پر دوسرا اسکی میراث کے چھٹے حصے کا وارث بنتا تھا۔

(ب) متبنّٰی:[7] زمانۂ جاہلیت میں منہ بولا بیٹا وراثت کا حقدار ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت زید کو متبنّٰی بنایا تھا اور حال یہ تھا کہ زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد کے نام سے پکارا جانے لگا۔

اسلام سے قبل وراثت کے وہ قوانین جو دوسری اقوام میں مروّجہ تھے ان سے شناسائی کے بعد ایک غیر جانبدار اور انصاف پسند قاری پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ عدل و انصاف اللہ تعالیٰ کے قوانینِ وراثت میں پایا جاتا ہے نا کہ خود ساختہ قوانین میں۔ غرض اسلام نے ہر حقدار کو اسکا حق دیا ہے۔

مسئلہ میراث سے متعلقہ آمنہ ودود کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ:

آمنہ ودود اور دیگر فیمنسٹ تقسیمِ وراثت کے عمومی اصول میں امکانات کی تاویلات کرتے ہوئے عورت کے دو حصے کو مرد کے مساوی کرنے کے خواہاں ہیں۔ اسی بنیادی اصول کے بارے میں آمنہ ودود نے تقریباً تین اعتراضات کیے جو کہ ایک دوسرے میں متداخل ہیں۔

پہلا اشکال: اسلامی قانونِ وراثت کے عمومی اصول کی تعبیرِ نو از آمنہ ودود:

"The mathematical formula of two-to-one has been albeit erroneously reinforced regarding inheritance....the proportion for the female of one-Half the proportion for the male is not the sole mode of property division, but one of several proportional arrangements possible."[8]

"وراثت کے بارے میں قرآنی مباحث میں دو سے ایک ریاضی کے فارمولے کو غلطی سے تقویت ملی ہے۔ مرد کیلئے ایک نصف تناسب کی عورت کا تناسب جائیداد کی تقسیم کا واحد طریقہ نہیں ہے، بلکہ متناسب متعدد ممکنہ انتظامات میں سے ایک ہے"

"All distribution of the inheritance between the remaining relatives must be equitable."[9]

"رشتہ داروں کے درمیان وراثت کی تقسیم مساوی ہونی چاہئے۔"

آمنہ ودود کے ہاں تقسیمِ وراثت میں عورت کے حق میں عمومی اصول نہیں ہے، بلکہ وراثت کی تقسیم میں امکانات اور فوائد کو مدِ نظر رکھ کر مساوی تقسیم کی جائے۔ مثلاً کسبِ معاش ایک عورت کے ذمے ہو یا پھر والد کے انتقال کے بعد والدہ کی دیکھ بھال بیٹی کے ذمے ہو تو ایسی صورتوں میں عورتوں کو مردوں کے مساوی حصہ ملنا چاہئے۔ نصف حصہ عورت کی حق تلفی ہے۔

آمنہ ودود کے موقف کا تنقیدی جائزہ:

قانونِ میراث میں مال وزر کی منتقلی یا تو اصول (والدین) سے فروع (اولاد) کی طرف ہوتی ہے یا فروع (اولاد) سے اصول (والدین) کی طرف ہوتی ہے۔ زیادہ تر تو انتقالِ میراث اصول سے فروع کی طرف والی صورت زیادہ دیکھنے میں آتی ہے جبکہ دوسری صورت بہت کم پیش آتی ہے۔ قرآن مجید میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ(10) کا حتمی قاعدہ وکلیہ موجود ہے۔ جبکہ فروع سے اصول کی طرف انتقالِ میراث کے بارے میں قرآن کا انداز مختلف ہے۔ یہ آیتِ مبارکہ وراثت کے احکام میں ایک عمومی حکم ہے۔ یہ آیت اتنی واضح ہے کہ اس میں معنوی تاویلات کی کوشش ناکارہ ہو جاتی ہے۔ مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیت بلا تردد قانونِ میراث کا حتمی قاعدہ وکلیہ ہے، اسی اصل الاصول کی مسلّمہ حیثیت کا ذکر مختلف تفاسیر میں آیا ہے جیسے تفسیر ماجدی میں ہے کہ یہ ایک عام اصل بیان کردی کہ ہر لڑکے کو دہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا۔ خواہ لڑکا یا لڑکی ایک ایک ہوں یا کئی۔"(11) مولانا مودودی کا مؤقف بھی یہی ہے کہ "اصل اس بارے میں یہ ہے کہ لڑکے کو لڑکیوں کے برابر حصہ ملنا چاہیے، یعنی لڑکی سے لڑکے کا حصہ دوگنا ہو۔"(12)

آمنہ ودود کا قانونِ وراثت " لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ " کے اس عمومی اصول کے بارے میں یہ کہنا کہ اسکو غلطی سے تقویت ملی ہے۔ بالکل غلط ہے، جب قرآن کے الفاظ اور مفسرین کے مفاہیم بالکل واضح ہیں تو اس عمومی اصول کو ہم کسی شاذ ممکنہ صورتِحال (عورت کے ذمے کسبِ معاش، والدین کی دیکھ بھال) کے پیشِ نظر نہیں بدل سکتے۔ یہ اصول انسانوں کا بنایا ہوا نہیں ہے کہ جسکو غلطی سے تقویت ملی۔ بلکہ حاکمِ برحق اور مطلق العنان ذات کی طرف سے قیامت تک آنے والی امتِ مسلمہ کیلئے لائقِ عمل ہے۔

شریعتِ مطہرہ میں مرد کا حصہ دوگنا مقرر کرنے کی حکمت:

میراث میں مرد کا حصہ دگنا کیوں ہے؟؟ یہ مسئلہ اسلام کے خاندانی نظام (جس میں کسبِ معاش کی مکمل ذمہ داری مرد کے ذمے ہے) کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فطرت کے عین مطابق ہے۔ جس کی وضاحت میں یہ دلیل پیش کرنا کافی ہے کہ میراث کے معاملے میں یہ اولین اصولی ہدایت کہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہوگا۔ چونکہ شریعت نے خاندانی زندگی میں مرد پر زیادہ معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا ہے، اور عورت کو بہت سی معاشی ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا ہے، لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ میراث میں عورت کا حصہ مرد کی بہ نسبت کم رکھا جاتا۔"(13)

وراثت کے بارے میں آمنہ ودود کا دوسرا اشکال:

"In no way are females, including distant ones to be disinherited" (14)

"کسی بھی طرح سے عورتیں بشمول دور کی عورتوں کو وراثت سے محروم نہیں کیا جانا چاہئے۔"

چونکہ عورتیں معاش کسب وغیرہ کی ذمہ دار نہیں ہوتی، اسلئے زر، زمین جیسی جائیداد مردوں کی ہی ملکیت ہوتی ہے۔ اسلئے کسی رشتہ دار کے انتقال کے بعد ترکے میں نزدیکی رشتہ دار عورتوں کیساتھ ساتھ دور کی رشتہ دار عورتوں کو بھی وراثت دینی چاہئے۔

آمنہ ودود کے موقف کا تنقیدی جائزہ:

اسلام میں عورتیں میراث سے محروم نہیں ہیں۔ اگر اصحاب الفروض[15] (ترکے کے وہ ورثاء جو قرآن وحدیث اور صحابۂ کرام کے اجماع سے ثابت ہوں) پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات عیاں ہوگی کہ اصحاب الفروض میں مردوں سے زیادہ عورتوں کے حصے مقرر ہیں۔ اسلام عورتوں کے حقوق کا زبردست پاسدار ہے۔ میراث میں عورتوں کی ذوی الفروض کی حیثیت جاننے کے بعد معلوم ہوگا کہ ہر مسئلہ میں عورت کا حصہ نصف نہیں ہے بلکہ کبھی مرد کے برابر، کبھی مرد سے زیادہ اور بعض صورتوں میں عورت حصہ پاتی ہے لیکن مرد محروم ہو جاتا ہے۔ جبکہ صرف چار صورتوں میں مردوں سے کم حصے کی حقدار ہوتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کے ورثاء میں والدین اور اولاد ہوں تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِساءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثا ما تَرَكَ وَإِنْ كانَتْ واحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ واحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَواهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ الايه.)[16]

کلالہ (جس کا باپ، بیٹا نہ ہو) میں اخیافی (والدہ کی طرف سے) بہن بھائی کو برابر حصہ ملے گا۔

(وَإِنْ كانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ واحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذلِكَ فَهُمْ شُرَكاءُ فِي الثُّلُثِ الایہ)[17]

یا کسی شخص نے ورثاء میں والدہ، بیوی، بیٹی اور ایک حقیقی بھائی ہو، تو پورے ترکے کو 24 مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائیگا جن میں والدہ کو چار، بیوی کو تین، بیٹی کو بارہ اور حقیقی بھائی کو پانچ حصے ملیں گے۔ اسی طرح اگر میت عورت کے ورثاء میں ایک حقیقی بہن، بیٹی اور شوہر چھوڑا ہو تو ترکے کے چار مساوی حصوں میں سے ایک حصہ حقیقی بہن کو، ایک حصہ شوہر کو اور دو حصے بیٹی کو ملیں گے۔ لہٰذا دونوں صورتوں میں مرد کے مقابلے میں بیٹی کو زیادہ حصہ ملا۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے ورثاء میں ماں، باپ، شوہر، بیٹی اور پوتا چھوڑے تو ترکے کو تیرہ مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ جن میں دو حصے باپ کو، دو حصے ماں کو، تین حصے شوہر کو، چھ حصے بیٹی کو اور پوتا محروم ہو جائیگا۔ اگر کسی مرد نے ورثاء میں ماں، دو بیٹیاں، ایک اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی، دو علاتی (باپ کی طرف سے) بہنیں چھوڑیں تو ترکے کو بارہ مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ جن میں ماں کو دو حصے، بیٹیوں کو آٹھ حصے، علاتی بہنوں کو ایک، ایک حصہ دیا جائیگا۔ جبکہ اخیافی بھائی محروم ہو جائیگا۔

وراثت کے بارے میں آمنہ ودود کا تیسرا اشکال:

"The Quran does not elaborate all possibilities. However, by providing a variety of scenarios, it is clear enough that many combinations can and do exist, which must be considered for the equitable distribution of inheritance."[18] "قرآن مجید میں تمام امکانات کی تفصیل نہیں ہے، تاہم بہت سے امتزاج موجود ہو سکتے ہیں، جن کو وراثت کی مساوی تقسیم کیلئے غور کرنا ہوگا۔"

آمنہ کا ماننا ہے کہ بدلتے زمانے اور وقت کیساتھ وراثت سے متعلقہ تمام ممکنات کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اسلئے عورتوں سے متعلقہ جن ممکنات کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ ان صورتوں میں عورتوں کو مردوں کے مساوی حصہ دینا چاہیے۔

آمنہ ودود کے موقف کا تنقیدی جائزہ:

آمنہ ودود نے جن امکانات اور ضروریات کے لحاظ سے احوالِ شخصیہ (از میراث) کا تذکرہ کیا ہے۔ تو وہ احوالِ شاذہ پر مشتمل ہے۔ جبکہ اصول اور ضوابط عمومی حالات کے پیشِ نظر عمل میں لائے جاتے ہیں، ان احوالِ شاذہ کی بہترین صورت یہ ہے کہ میت اگر اپنی زندگی میں ہی ضرورت مند وارث کے حق میں وصیت کر جائے۔ لیکن اگر وصیت نہیں کی تو پھر عورت کو نصف ہی ملے گا۔ کیونکہ ورثاء کے حصص تقسیمِ الٰہی ہے جس میں تغیر و تبدل کا امکان نہیں۔

مسئلہ شہادت:

شہادت کا لغوی معنٰی "اَلإخبار بِصِحّة الشّيء عَنْ مُشاهدة وعيانٍ لا عَنْ تخمين وحُسْبانٍ بِحَقّ علي آخر"[19] ہے۔ یا شہادت (Evidence) کا لغوی معنٰی بیّنہ (وہ ثبوت جو کسی متنازعہ مسئلہ میں مرکزی کردار ادا کرے)، یا پھر خبرِ قاطع (ایسی یقینی خبر جو شک و شبہ سے بالاتر ہو)۔ قرآن کریم میں ایسے الفاظ جو (ش-ہ-د) کے مادے سے مرکب ہوں 160 مرتبہ وارد ہیں عربی میں لفظ 'شہادۃ' مشاہدۃ سے مشتق ہے یا پھر 'شہود' سے۔

1. الشَّهَادَةُ مُشتَقَّةٌ مِنَ المُشَاهِدَةِ الَّتِي تُنبِئُ عَنِ المُعَايِنَةِ.[20]

مشاہدہ یعنی معائنہ یا بالبصر ہوتا ہے جیسے اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ[21] (کیا یہ انکی پیدائش کے وقت حاضر تھے) یا مشاہدہ بالبصیرۃ ہوتا ہے جیسے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ[22] (وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے۔)

لفظ شہادت کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ:

الشَّهَادَةُ مُشتَقَّةٌ مِنَ الشُّهُوْدِ بِمَعْنَى الحُضُوْرِ لِأَنَّ الشَّاهِدَ يَحْضُرُ مَجلِسَ الْقَضَاءِ لِلْأَدَاءِ فَسُمِّيَ الْحَاضِرَ شَاهِدًا[23]

"لفظ شہادت 'شہود' سے مشتق ہے جسکے معنٰی حاضر ہونے کے ہیں اور شاہد چونکہ گواہی دینے کیلئے قضاء کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے اسی لئے اسکو شاہد کہتے ہیں۔"

شہادت کا اصطلاحی معنٰی:

شہادت کیلئے مشاہدے کو معیار اولی تسلیم کیا جاتا ہے تاہم شہادت کا اصطلاحی معنٰی قاضی کی مجلس میں لفظ اشھد اور کامل علم ویقین کے ساتھ دوسرے کے حق کیلئے بطور ثبوت بیان دینے کے ہیں۔

أُشهِدَ فِی مَجلسِ الْقَاضِیْ بِحَقٍّ لِغَیْرِہٖ عَلٰی غَیْرِہٖ وَالْاِ خْبَارَاتُ ثَلَاثَۃٌ:[24]

- إمَّا بحقٍ لِغَیْرِہٖ علی اٰخَرٍ وھو الشَّھادَۃُ
- إمَّا بحَقٍ لّلْمُخْبِرِ عَلٰی اٰخَرْ وھو الدَّعْوٰی
- أعکسہ وھو الْاِقْرَارْ

اسلام میں عدالت کے روبرو کسی امر کا ثبوت عموماً اقرار، قسم، شہادت، لعان اور قرائن سے دیا جاتا ہے۔ مقدمے کے تمام ثبوتوں میں سب سے اہم شہادت ہے۔ اسی لئے جمہور فقہائے کرام نے "بیّنہ" سے شہادت کی تعبیر کی ہے۔ کیونکہ اسی شہادت سے قانونی تصرفات ثابت ہوتے ہیں چاہے انکا تعلق اموال سے ہو یا کسی اور کے حق سے ہو۔[25] شہادت ولایت عظیمہ ہے۔ جس کے لئے شہادت دینے والے کی رضامندی اور عدالت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ فقہائے کرام نے شہادت کی جانچ پرکھ کی منظّم احتیاط کا قدم اسی لئے اٹھایا کہ شاہد عدل وانصاف کے ساتھ گواہی دے۔ کیونکہ اسی پر برحق فیصلہ منطبق ہوتا ہے۔

شہادت کیلئے شرائط:

فقہاء کے نزدیک شہادت کے دو ارکان ہیں۔ تحمّلِ شہادت اور ادائے شہادت۔ تحمّلِ شہادت سے مراد ہے کہ شاہد نے وقوعے کا خود مشاہدہ کیا ہو جبکہ ادائے شہادت سے مراد مشاہدہ کیے ہوئے واقعے کا قاضی کے سامنے بیان کرنا تاکہ اس پر حق واضح ہو۔ تحمّلِ شہادت کیلئے عاقل ہونا، بینا ہونا اور شاہد کا خود مشاہدہ کرنا شرط ہے۔[26] البتہ نسب، نکاح اور موت یہ تین امور مستثنٰی ہیں۔ ادائے شہادت کیلئے اسلام، عقل، بلوغت، حریت، عدالت[27]، صاحبِ بصارت و نطق اور تہمت سے بَری ہونا ضروری ہے۔[28]

اسلام میں عورت کی شہادت:

اسلام نے شہادت کے اعتبار سے جنس کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ لہٰذا بعض معاملات یا دائرہ کار میں مرد کا ہونا ضروری قرار دیا گیا جبکہ عورتوں کے دائرہ کار میں شہادت عورت ہی کے ذریعے طے پاسکتی ہے۔ قرآن پاک کی آیت مداینہ (مالی معاملات) میں عورت کی شہادت کو مرد کی شہادت کے نصف قرار دیا گیا ہے۔ آمنہ ودود سورۃ البقرۃ کی آیت 282 کے تحت لکھتی ہے کہ:

> "In the wording of this verse, both women are not called as witneses. One woman is designated to 'remind the other: she acts as the corroborator. Although the women are two, they each function differently."[29]

دوسری جگہ لکھتی ہیں کہ:

> "The single unit which comprises twoWomen with distinct functions not only gives each woman with significant individual worth, but also Forms a united front against the other witness."[30]

پہلا اشکال: خلاصہ کلام یہ کہ عورت کی نصف عدالتی شہادت "حقوقِ نسواں" کے ساتھ زیادتی ہے۔ آمنہ نے دو عورتوں کی گواہی سے مکمل نصاب (یونٹ) مراد لیا ہے کہ اصل میں ان دو عورتوں میں سے ایک عورت مرد کی طرح شہادت دینے میں خود مختار ہے۔ جبکہ اسکو بھول یا الجھن ہو تو دوسری اسکو یاد کرائے گی۔ لہٰذا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ عورت کی شہادت ہے غلط ہے۔

جمہور علماء کا موقف:

علماء نے شہادت کو چار درجات میں تقسیم کیا ہے۔ان درجات میں عورت کی شہادت بعض میں مقبول اور بعض میں غیر مقبول ہے۔زنا وبدکاری کے مقدمات میں چار مرد اور حدود قتل وقصاص میں بھی محض مردوں کی گواہی معتبر ہے۔ نکاح، طلاق ومالی معاملات دو مردوں کی عدم موجودگی میں،ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی گواہی جبکہ خواتین سے متعلقہ مخصوص امور میں تنہا عورت کی شہادت معتبر ہے۔اگر جائے وقوعہ پر کوئی مرد موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اکیلی عورت کی گواہی معتبر ہے اور اس بات پر امت کا اجماع ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ عورت کی عدالتی شہادت دورِ نبوی ﷺ، تعاملِ صحابہ میں یہی مذکورہ حیثیت رہی ہے۔عورت کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرتے ہوئے ہر معاملے میں عورت پر بارِ شہادت نہیں ڈالے گا۔(31) اسلام کا عمومی مزاج عورت اور مرد کے حیاتیاتی اور نفسیاتی، فطری تقسیم کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ تقسیمِ کار کا حامی ہے۔کسبِ معاش مرد کے ذمے ہے جبکہ بچوں سے متعلقہ امور و عورت کی ذمہ داری ہے۔اسی اصول کا فطری تقاضا یہ ہے کہ کسی ایک صنف کے دائرہ کار میں دوسری صنف کو دخیل نہ بننے دیا جائے اور اگر بالفرض و محال ایسا کرنا ناگزیر ہو تو اس مداخلت کو محدود رکھا جائے۔لہٰذا فطری تقسیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے امورِ خارجہ میں شامل عدالتی شہادت مردوں کا فریضہ ہے اور ویسے بھی کسب کے اعتبار سے مالی تصرفات کا معاملہ چونکہ مردوں کے سپرد ہے لہٰذا اس شعبے میں مرد کا گواہ بننا فطری امر ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

فَاِنۡ لَّمۡ یَکُوۡنَا رَجُلَیۡنِ فَرَجُلٌ وَّ امۡرَاَتٰنِ(32)

کہ اگر دو مرد نہ ہو تو۔۔۔۔۔اس میں پہلے نصاب (دو مردوں) کا تذکرہ ہے اور اگر یہ نصاب میسر نہ ہو تو (ایک مرد اور دو عورتیں۔۔۔۔) دوسرے نصاب کو گواہ بنالیا جائے۔اس آیت کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ دوسرا نصاب (ایک مرد، دو عورتیں) پہلے نصاب (دو مرد) کا بدل ہے۔بلکہ قرآن نے صراحتاً ارشاد فرمایا کہ پہلے نصاب کی عدم موجودگی میں دوسرا نصاب بحالتِ مجبوری اپنایا جائے۔مالی معاملات کی شہادت کے بارے اگر ارشاد ہوتا کہ فان لم یکونا رجلین فامرأتان کہ اگر دو مرد نہ ہو تو دو عورتیں گواہ بنالی جائیں تو پھر دونوں اصناف کی گواہی کی یکسانیت میں کوئی اشتباہ نہیں تھا۔لیکن اس میں صریح اشارہ ہے کہ مالی معاملات میں ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہے۔ایک اہم بات یہ ہے کہ معاشی معاملات جو مردوں کا دائرہ کار ہے اسکے گواہان کے پہلے یا دوسرے نصاب میں تنہا عورت کو گواہ تسلیم نہیں کیا گیا۔اگر ایسا ہوتا تو قرآن کا اسلوب پھر ہوتا کہ واستشھدوا شاھدتین من نسائکم، حالانکہ ایسا نہیں۔"اکیلی عورت کی شہادت غیر مقبول ہے۔جب دو عورتیں ہوں گی تب ایک گواہی بنے گی۔اس طرح ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہوگی۔"(33)

آمنہ ودود اس آیت کی تعبیرِ نو پیش کرتی ہے۔

> " In the wording of this verse,both women are notcalled as witnesses. Onewoman is designated to 'remind the other, she acts as thecorroborator. Although the women are two, they each function differently."(34)

کہ مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کے نصاب میں ہر عورت اپنا علیحدہ کام کرتی ہے مطلب ایک کا کام ہے شہادت دینا اور دوسری کا کام ہے یاد دلانا۔چونکہ گواہی ایک نے دی ہو سکتا ہے وہ بھولے ہی نہ۔۔۔۔لہٰذا اس ایک عورت کی گواہی مرد کے برابر ہوئی۔

تنقیدی جائزہ:

قرآن کریم کے الفاظ میں 'احداھما' کا تکرار عورتوں کی گواہی یکے بعد دیگرے لینے کی تائید کرتا ہے۔تاکہ دونوں شہادتیں مل کر ایک مرد کی گواہی کے برابر ہو۔ جسکی صراحت 'فرجل وامرأتان' کے بعد آمنہ ودود کے ان فرضی جزئیات کے بیان کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔دوسری بات یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر طے کرنے کے بعد اگر یہ خواتین کمرۂ عدالت میں شہادت دینے کیلئے پیش ہوتی ہیں اور صرف ایک خاتون شہادت دیتی ہے اور دوسری کا سکوت شہادت پر رضامندی کی دلیل ہے۔لہٰذا یہ شہادت دونوں کی طرف سے ادا ہوگی۔تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پہلی عورت کی شہادت دینا مرد کی شہادت کے برابر ہے۔یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ تذکیر کا فریضہ مردوں کے بجائے عورتوں کے ہی کیوں سپرد کیا گیا؟؟؟ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر ہارڈنگ(35) اپنی کتاب میں(THE WAY OF ALL WOMEN) لکھتی ہیں کہ عورتوں کیلئے سب سے مشکل کام وہ ہوتا ہے جب ان سے کہا جائے کہ کسی مسئلے کی جزئیات کو پوری صحت کے ساتھ بیان کرو۔

عورت کی نصف شہادت احادیث کی روشنی میں:

قرآن کے ساتھ ساتھ عورت کی نصف شہادت کا ثبوت احادیثِ مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔ لہٰذا مفسرین کرام کی تشریحات کو عورت کی حق تلفی سے مربوط کرنا درست نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

" إِنَّمَاشَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصفِ شَهادَةِ الرَّجُلِ"[36]

"عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نسبت نصف ہے۔"

" فَشَهَادَةُامْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهادَةِ الرَّجُلِ"[37]

"دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔"

اسلام میں عورت کی گواہی نصف ہونے کی وجہ سے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک رائے کے مطابق یہ دینی و عقلی نقص سے متعلق ہے۔ ابن نجیم نے "بحرالرائق" میں وضاحت کی ہے کہ عورت جن معاملات میں مکلف ہے، ان میں یہ نقص مراد نہیں ہے۔ عقلِ انسانی کے چار مراتب ہیں:

1. استعدادِ عقلی: جو تمام انسانوں کو فطری طور پر حاصل ہے۔

2. عقل بالملکۃ: جزئیات میں حواس کے ذریعے بدیہات حاصل کرنا، جو فکر کی بنیاد ہے۔

3. عقل بالفعل: بلا سوچے نظریات کا حصول۔

4. عقلِ مستفاد: نظریات کا مستحضر ہونا اور مشاہدہ بھی لازم ہو۔ [38]

نقص سے مراد عقل بالفعل ہے، جو تجربے اور محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ عقل بالقوۃ، یعنی استعداد و اہلیت کے لحاظ سے مرد اور عورت برابر ہیں۔ چونکہ امورِ خارجہ مرد کا دائرہ کار ہیں، اس لیے عقل بالفعل مرد میں زیادہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عورت کو معاشرتی نشیب و فراز سے دور رکھا گیا ہے، اور علماء کا شہادت میں احتیاط بر تنا تزکیہ و تعدیل کے لحاظ سے درست ہے۔

دوسرا اشکال:

آیت متداینہ میں مذکور ایک مرد کے برابر دو عورتوں کی گواہی کو اصول بنا کر دوسرے معاملات پر لاگو کرنا سراسر حقوقِ نسواں کے خلاف ہے۔ بلکہ تمام معاملات میں شاہد کا اہلیت پر ہونہ کہ جنس پر، دوسری بات اس آیت میں مذکورہ حکمِ شہادتِ نسواں وقتی اور عارضی حکم تھا، لہٰذا فیمنسٹ اس حکم کو عمومی اصول قرار دینے سے انکاری ہیں۔

'فرجل و امرأتان' کی تعبیرِ نو از متجددین:

آمنہ ودود لکھتی ہے!

"Thus the verse is significant to a particular circumstance which can and become absolute." [39]

"یہ آیت کسی خاص صورتحال کیلئے اہم تھی جواب متروک ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ زمانۂ رسالت میں خواتین دورِ جدید کی Advance studies اور خصوصاً مالی معاملات سے ناواقف تھیں۔ چنانچہ مالی معاملات میں اضطراب عین فطرت تھا۔ دورِ حاضر میں عورت عموماً well educated ہے اور مختلف عہدوں پر بھی فائز ہے۔ لہٰذا ان کے بارے میں نصف شہادت کا حکم لگانا زیادتی ہے۔ اسلئے اس آیت کا حکم عمومی نہیں بلکہ وقتی حکمتِ عملی کا تقاضا تھا۔

اسلام میں خواتین کی نصف گواہی کا تصور:

اسلام فطری تقسیم کار کے تحت عورت کی نصف شہادت کا عمومی حکم دیتا ہے، اور استثنائی صورتحال کو عمومی اصول نہیں بنایا جا سکتا۔ نصف شہادت کا تعلق عورت کی تعلیم سے نہیں، بلکہ اس کی فطری ساخت سے ہے۔ اسلامی تاریخ عورتوں کے علم و فضل سے بھرپور ہے، وہ جب نصف شہادت سے مبرا نہیں تو پھر دورِ حاضر کی عورت کی شہادت بدرجہ اولیٰ نصف شمار ہو گی۔

قرآن کریم میں عورت سے متعلق دو حقائق کا تذکرہ ملتا ہے کہ عورت زیورات میں پرورش پاتی ہے اور عورت متنازعہ امور (الخصام) میں اظہار مافی الضمیر کما حقہ' ادا نہیں کرپاتی۔ (40) یہ دونوں باتیں عورت کی نفسیات میں شامل ہیں۔ یہ کمزوری کسی خاص زمانے، علاقے یا معاشرے سے تعلق نہیں رکھتی۔ یہ عورت کی نفسیات کا حصہ ہے کہ وہ عدالتی شہادت میں مقدمات کے جزئیات کی صراحت کما حقہ' نہیں کرسکتی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دو مردوں کی عدم موجودگی میں ایک مرد اور دو عورتوں کا نصاب مقرر کیا ہے۔

"مرد کا دماغ اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ ایک Focus پر اپنی سوچ کو مرتکز کرسکے۔ جبکہ عورت کا دماغ فطری طور پر ایسا ہے کہ وہ بیک وقت مختلف چیزوں کے بارے میں سوچے۔ اس بنا پر عورت کا فطری Focus پھیل جاتا ہے۔ جبکہ مرد کا فطری Focus مرکوز رہتا ہے۔ اسی فطری فرق کی بنا پر یہ اصول رکھا گیا ہے کہ ایک مرد کی جگہ دو عورتیں گواہ بنائی جائیں تاکہ اگر ایک عورت اپنے فطری مزاج کی بنا پر معاملہ کو پوری طرح یاد نہ رکھ سکے تو دوسری عورت اسکی تلافی کردے۔"(41)

آیت مداینہ عمومی اصول:

معاشی معاملات حقوق العباد سے متعلق ہیں، اور جب اللہ نے ان میں عورت کو نصف شہادت دی، تو یقیناً حقوق اللہ کے معاملات میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ عورت کی شہادت کا مسئلہ قیاس پر نہیں، بلکہ نص پر مبنی ہے۔ اموال سے متعلق امور میں دو عورتوں کی شہادت، اور نسب، رضاعت جیسے معاملات میں تنہا عورت کی شہادت بھی معتبر ہے۔ حقوق العباد میں شہادت کو چھپانا مناسب نہیں، جبکہ حقوق اللہ میں ستر اولیٰ ہے۔

عورت کی نصف شہادت ہی عین فطرت ہے:

نصف شہادت نسواں در حقیقت تفاوت مرد و زن ہے ہی نہیں اور نہ ہی اس میں عدمِ مساوات کی بحث ہے۔ بلکہ اسلام دینِ فطرت ہے اور اسلام شہادت کے معاملے میں مرد و عورت کے درمیان فرق روا رکھتا ہے۔ مگر اس فرق کو عورت کی کمتری سمجھنا سراسر غلط ہے۔ یہ فرق خود عورت کی فطرت، نفسیات، مزاج اور تقسیمِ وظیفۂ حیات میں موجود ہے۔

"عورت کی نصف شہادت کا مسئلہ عزت و بے عزتی، اہلیت اور عدمِ اہلیت کا نہیں بلکہ یقین کی بنا پر فیصلہ کرنے اور قضا میں احتیاط برتنے کا ہے۔"(42)

عورت کا طبعی مزاج:

عورت کی لطافتِ جذبات اور نزاکتِ وجدان اس کے مزاج کا حصہ ہیں، جو مردوں کی نسبت زیادہ حساس ہوتی ہیں۔ یہی جذباتیت ممتا کے لیے مفید ہے مگر شہادت کے لیے غیر موزوں، کیونکہ شہادت میں عقل کی مضبوطی ضروری ہے۔ جسمانی پیچیدگیاں بھی عورت کی نفسیات پر اثرانداز ہوتی ہیں، اور اگر وہ شہادت میں انحراف کرے، تو دوسری عورت اس کی تصحیح کر سکتی ہے۔

عورت کے وظیفۂ حیات کا تقسیمِ دائرہ کار:

آیت مداینہ میں 'تضلا' کا مطلب عورت کا بھلکڑ ہونا نہیں، بلکہ مختلف دلچسپیوں کی وجہ سے نسیان ہے۔ عورت کا دائرہ کار تدبیرِ منزل ہے، مالی معاملات نہیں، اسی لیے دو عورتوں کی شرط رکھی گئی۔ دوسری عورت کی موجودگی کو عورت کی کمزوری کے طور پر نہیں بلکہ اضافی مدد کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

شہادتِ نسواں میں عورت کیساتھ خفّت و شفقت کا معاملہ:

شہادت نہ صرف اعتماد بلکہ مضبوط اعصابی قوت، جذبات پر قابو اور احساسات کی متانت کا تقاضا کرتی ہے۔ آیت تداین میں مذکور معاشی معاملات، جو عورت کے دائرہ کار میں نہیں آتے، میں عورت کی نصف شہادت ہی کافی ہے۔ قتل، زنا، حدود و قصاص جیسے معاملات میں، جہاں شہادت کا بوجھ بڑھ جاتا ہے، اسلام نے عورت کو اس ذمہ داری سے خفت و شفقت کے تحت محفوظ رکھا ہے۔ اس کا مقصد عورت کے گھرانے کو ممکنہ نامناسب حالات سے بچانا ہے۔ فیمنسٹ ان تعلیمات کو عدم مساوات قرار دیتے ہیں، جبکہ یہ دراصل عورت کے احترام، فطرت اور دائرہ کار کا تحفظ ہے، نہ کہ حقوقِ نسواں کی حق تلفی۔

خلاصہ بحث:

مسلم فیمنسٹ آمنہ ودود نے مسئلہ مراث وشہادت سے متعلقہ قرآن کریم کی نسوانی تناظر میں تعبیر نو کی۔ جس میں انکا مقصد اپنے اس موقف کو ظاہر کرنا ہے کہ قرآن کے مردانہ تناظر میں تعبیرات و تشریحات کے اندر عورت کے حقوق حتیٰ کہ وراثت اور شہادت میں بھی عدل و مساوات سے کام نہیں لیا گیا۔اسلئے انہوں نے احوالِ شاذہ کو دلیل بنا کر قرآنی نصوص پر اشکالات کیے،اور ہر صورت ترکہ میں عورتوں کو مردوں کے مساوی کرنے کی سعی لا حاصل کی تو دوسری طرف شہادت کے معاملے میں عورتوں کو مرد کے برابر لانے کی کوشش کی۔ان کے اشکالات ہی ان کے سطحی علم پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ احوال شاذہ کو دلیل بنا کر قرآنی نصوص قطعیہ پر اشکالات نہیں کیے جا سکتے۔دوسری بات یہ ہے کہ بحث مذکورہ میں وراثت یا شہادت کے حوالے سے عورت کی مجموعی حالت کے تناظر سے کہیں بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ اسلام نے عورت کے ساتھ کبھی ناانصافي کي۔ بلکہ اسلام کا صنفِ نازک پر یہ احسان دراحسان ہے کہ معیشت کے بوجھ سے بری الذمہ شخص (عورت) کو شوہر اور والدین دونوں کی جانب سے وراثت ملتی ہے جبکہ شہادت کے بارِ عظیم سے بھی بچائے رکھا۔

1- محمد بن علی بن محمد الحصنی، الدر المختار شرح تنویر الابصار و جامع البحار، محقق: عبد المنعم خلیل ابراہیم، دار الکتب العلمیۃ 1423ھ، 761:1

2- جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، دار الصافی، 1422ھ، 238:10

3 ایضاً، 234:10

4- علامہ ابو بکر احمد بن الرازی الجصاص الحنفی، احکام القرآن، مترجم مولانا عبد القیوم، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد 1999ء، 192:3

5- جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، دار الصافی، 1422ھ، 238:10

6- جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، دار الصافی، 1422ھ، 238:10

7- جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، دار الصافی، 1422ھ، 238:10

8 Quran & Woman by Amina Wadud chap:4 Inheritance ,pg,87.

9 Quran& Woman by Amina Wadud chap:4 Inheritance,pg,87.

10- القرآن، 11:4

11- عبد الماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن، ناظم آباد کراچی، 225:1

12- ابو الکلام احمد آزاد، ترجمان القرآن، اسلامی اکیڈمی، اردو بازار لاہور، 402:1

13- ابو الاعلی مودودی، تفہیم القران، ادارہ ترجمان القرآن، 105:1

14 Quran & Woman by Amina Wadud, chap:4 Inheritance,pg:87.

15 مرد: خاوند، والد، دادا، اخیافی بھائی۔ عورت: بیوی، بیٹی، پوتی، والدہ، دادی، نانی، عینی بہن، علاتی بہن، اخیافی بہن

16- القرآن، 11:4

17- القرآن، 12:4

18 Quran & Woman by Amina Wadud, chap:4 Inheritance pg:87

19 انیس الفقہاء فی تعریفات المتداولہ، القونوی، قاسم بن عبد اللہ بن امیر علی، دار الوفاء، جدہ، 1986ء/1406ھ، ص 235-

20 ایضاً

21 سورۃ الزخرف 43:19

22 سورۃ الحشر 59:22

23 انیس الفقہاء فی تعریفات المتداولہ، القونوی، قاسم بن عبد اللہ بن امیر علی، دار لوفاء، جدہ، 1986ء/1406ھ، ص، 235۔

24 التوقیف علیٰ مھمات التعارف، مناوی، عبدالرؤف، عالم الکتب 38، تحقیق عبدالخالق ثروت، القاہرہ1990ء/1411ھ، ص209۔

25 بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، الکاسانی، دارالکتب العربی بیروت، ط2، ج7، ص225۔

26 ایضاً

27 عدالت: کل فعل یرفض المروءۃ والکرم کبیرۃ، واقرہ ابن الکمال، الدرالمختار شرح تنویر الابصار و جامع البحار، الحصنی، محمد بن علی بن محمد، محقق: عبدالمنعم خلیل ابراہیم، دارالکتب العلمیہ، ط2002ء/1423ھ، ص487۔

28 بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، قرطبیؒ، ابوالولید محمد بن احمد بن رشد، ملتقی اھل الحدیث، ج2، ص770/

بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، علاءالدین، دارالکتب العلمیہ، ط ثانیہ 1986ء/1406ھ، ج6، ص266۔

29 Quran & Woman by Amina Wadud,chap:4witness pg:85

30 Quran & Woman by Amina Wadud,chap:4witness pg:86

31 الجامع الاحکام القرآن، انصاری قرطبیؒ، ابوعبداللہ محمد بن احمد، مؤسسہ مناہل القرآن بیروت، ج3، ص397۔

32 سورۃ البقرۃ 2:282

33 جامع البيان في تأويل القرآن، طبری، ابن جریر، امام، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الأولى، 1999ء/1420ھ، ج3، ص82۔

34 Quran & Woman by Amina Wadud,chap:4witness pg:85

35 ایم-ای ہارڈنگ (M.E.HARDING)(1888ء-1971ء): ایک برطانوی نژاد امریکی تجزیہ نگار تھی۔ جو امریکہ کی پہلی خاتون ماہر نفسیات تھی۔
https://en.m.wikipedia.org/wiki.Mary_Esther_Harding
Retrieved on 29/12/2019.

36 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للحافظ الھیثمی، باب الصدقۃ علیٰ الاقارب۔۔۔، دارالفکر بیروت، 1991ء/1412ھ، رقم الحدیث 4654، ج3، ص153.

37 الصحیح المسلم، مسلم، بن حجاج، امام، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات، دارالجیل بیروت، رقم الحدیث 250، ج1، ص61۔

38 البحر الرائق، ابن النجیم، دارالکتب العلمیہ، ج7، ص62۔

39 Quran & Woman by Amina Wadud,chap:4witness pg:85

40 سورۃ الزخرف 43:18

41 عورت معمار انسانیت از وحیدالدین خان، دارالتذکیر، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، 2006ء، ص24۔

42 المراۃ بین الفقہ والقانون، سباعی، مصطفیٰ، ڈاکٹر، دارالوراق للنشر والتوزیع، بیروت، طبع سابع، 2001ء/1422ھ، ص33۔